تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

تبوک سنہ ۱۳۶۱ ہش / ستمبر سنہ ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ذیقعد ۱۴۰۲ ہجری

تبوک ۱۳۶۱ ہش

ستمبر ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

مدیران اعزازی

ملک صلاح الدین صاحب بھارت ـ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن

کمال یوسف صاحب سکینڈے نیویا

شرح چندہ ماہنامہ "انصار اللہ"

پاکستان	— پندرہ روپے سالانہ ۱۵/-	
امریکہ۔ کینیڈا جزائر فجی	بذریعہ ہوائی ڈاک — ایک سو پچاس ۱۵۰/-	،
	، بحری ڈاک — اسی ۸۰/-	،
دیگر ممالک	بذریعہ ہوائی ڈاک — ایک سو	،
	، بحری ڈاک — ساٹھ ۶۰/-	،

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ سید عبدالحیٔ

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ:۔ ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۲۳ | ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ | شمار ۹

تبوک ۱۳۶۱ہش

محبت یا خوف کے آنسو

اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ وہ ذات احدیت جسے اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ ہر خوبی وکمال کی جامع اور ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ اُس کی قدرتوں اور علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ جب کچھ نہ تھا وہ تھا ھوالاوّل۔ سب فنا ہو جائے گا لیکن اس کی ذات باقی رہے گی ھوالاخر۔ وہ سب سے بالا ہے۔ باقی ہر چیز اس کے تحت ہے ھوالظاھر۔ وہ سب سے قریب ہے۔ بہت قریب ھوالباطن۔ وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ اور ہر چیز اس کے سہارے قائم ہے۔ وہ زندہ ہے اُسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس کی قدرتوں اور طاقتوں کی کوئی انتہاء نہیں۔ اُسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔

وہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ ہم سب اُس کے حضور ایک دن پیش ہوں گے۔ وہ رحیم وکریم ہے۔ اُس کے رحم کی کوئی انتہا اور حد وبست نہیں۔ وہ خود کہتا ہے رحمتی سبقت غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ وہ بچے کو ماں کے رحم میں غذا مہیا کرتا ہے تو مچھلی کے لئے پانیوں کی گہرائی میں خوراک کا انتظام کرتا ہے۔

وہ اپنے پیاروں کا امتحان لیتا ہے تو انعامات سے اُن کو اتنا نواز تا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے کہ اس کی داد و دہش کن راہوں سے آتی ہے۔ ان کی نصرت کر کے وہ اپنی قدرت کا ثبوت دیتا ہے۔

کبھی اس کا غضب اس کے نافرمانوں پر ٹوٹتا ہے۔ لیکن یہ بھی اپنوں کے پیار کے ثبوت کے لئے ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے یہ موجب عبرت بنتا ہے۔ اُس ذات احدیت کے ایک عارف اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

فلمّا طغی الفسقُ المبید بسیلہٖ ٭ تمنّیتُ لو کانَ الوباء المتبّرُ
فانّ ھلاکَ النّاس عند اُولی التُّقٰی ٭ احبُّ و اولٰی من ضلال یخسرُ

کہ جب ضلالت کا تباہ کن سیلاب اپنی حد سے بڑھ گیا۔ تو مَیں نے آرزو کی کہ اے کاش اب ہلاک کرنے والی وَبا پھوٹے۔ کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک لوگوں کا مر جانا ہلاک کرنے والی گمراہی سے زیادہ بہتر ہے۔

وہ وُدود یعنی بہت محبت کرنے والا ہے۔ وہ ماں سے زیادہ شفیق ہے۔ وہ جب اپنے بندوں کو مصائب کے طوفان میں گھرا دیکھتا ہے تو اُن کی مدد کو پہنچتا ہے۔ جب اس کے پیاروں کے لئے کوئی نمرود چِتا کو آگ دیتا ہے تو وہ بارانِ رحمت بھیج کر اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

اس کی رحمتوں اور فضلوں کا شمار اور بیان ممکن نہیں۔ درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی۔ اور قلم گھسانے والے کو عُمرِ نوح بھی مل جائے تو اس کا بیان پھر بھی تشنہ ہی رہے گا۔

قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا (الکھف آیت: ۱۰۹)

تو کہہ دے کہ اگر یہ سمندر میرے ربّ کی باتوں کو لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے۔ تو میرے ربّ کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہر ایک سمندر کا پانی جو روشنائی بن چکا ہے ختم ہو گا۔ اگر اور سمندر اس میں لا ڈالیں تب بھی خدا کے کلمات احاطہ تحریر میں نہیں لائے جا سکیں گے۔

وہ ربّ البرایا۔ وہ محسن۔ وہ عیب پوش، وہ کارساز خدا۔ وہ رحمٰن بن مانگے دینے والا بھی ہے تو رحیم یعنی بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہ ہمارے اعمال کا بدلہ اگر دیتا ہے تو صفتِ رحمانیت کے تحت بغیر کسی بدلہ کے بھی دیتا ہے۔ وہ مومن کو رزق دیتا ہے تو دہریہ بھی اُس کے رزّاقیت اور خالقیت سے حصّہ پاتا ہے۔ وہ ہر دردمند سے زیادہ ہمارا درد بٹانے والا ہے۔ وہ ہر معین و ناصر اور مقتدر سے بہتر ڈھارس بندھانے والا ہے۔

اس کے بندے کبھی اس کی محبت کو یاد کر کے اس کی جانب بڑھتے ہیں۔ تو کبھی اس کے احسان اور صفات کا تصوّر کر کے چشم گہربار سے اس کی درگاہ میں حاضر ہوئے ہیں:

اور

کبھی اس کے خوف اور عقوبت کے تصوّر کے تحت، لرزتے دل سے، کانپتے ہاتھ اس ذوالعرش والمجد کی طرف بلند کرتے ہیں۔ اس کی سزا کا خوف اس کے بندوں کی زندگی کو سرد کر دیتا ہے۔ وہ اس کی حاضری کے ڈر سے گناہوں سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ اور جتنی کسی کو اس کی معرفت ہو گی اُسی قدر وہ ترساں ہو گا۔ کیا خوب کہا کسی نے

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

جتنا زیادہ کوئی خدا کو جانتا ہو گا اتنا ہی اُسے اُس کا ڈر ہو گا۔

اُس سے بے خوف و نڈر ہونا۔ کسی کو زیب نہیں دیتا کہ ایمان تو اِسی کیفیت کا نام ہے کہ اُمّید وبیم دونوں کے درمیان رہے۔ کہ یہی کیفیّت ہے جو گناہوں پر دلیر نہیں ہونے دیتی۔ ایک حدیث ہے کہ ایک شخص نے کہا جب مَیں مَر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ کو ہَوا میں اُڑا دینا۔ چنانچہ اُس کی موت کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کے ورثاء نے عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کا حشر کیا۔ تو اس سے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو اس شخص نے کہا اللہ تیرے خوف سے مَیں نے ایسا کیا تھا۔ فرمایا اگر میرے خوف سے ایسا کیا تو جاؤ مَیں نے تمہیں معاف کیا۔

یہ خوف، یہ ڈر گناہوں سے دُور رکھتا ہے۔ انسان کو ترساں و لرزاں رکھتا ہے۔

پس کبھی اس کی محبّت کے آنسو اس کے حضور نذرانہ پیش کیجئے تو کبھی اُس کے خوف و خشیت سے کانپتے ہاتھ اس کے حضور بلند کیجئے کہ حدیث قدسی ہے

اِنّ اللّٰہ حَیّیٌ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِ من عبدہ اذا رفع الیہ یدیہ اَنْ یردّھما صفرًا۔

کہ اللہ باحیا سخی ہے۔ اُسے شرم آتی ہے اپنے اس بندے سے جو اُس کے حضور ہاتھ بلند کرتا ہے کہ اُسے خالی ہاتھ لوٹائے۔

لیکن

محبت کے آنسو، خشیّت کے آنسوؤں سے زیادہ قیمتی اور نامہ اعمال میں شاید زیادہ وزن رکھتے ہیں کہ یہ محبّت کے نتیجہ میں آنکھوں میں اُمڈ آئے۔ یہ اُس محبوبِ ازلی کی محبّت کی علامت ہے۔ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم اُس یارِ ازلی سے اس کی محبّت کی بھیک مانگتے تھے۔

اللّٰھمّ ارزقنی حبکَ وحُبّ من احبّکَ وحُبّ ما یقرّبنی الیکَ واجعل حبّکَ اَحبّ الیّ من الماءِ البارد۔

اے اللہ مجھے اپنی محبّت عطا کر اور اپنے پیاروں کی محبت اور اس چیز کی محبت جو مجھے تیرے قریب کر دے اور اپنی محبّت مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب کر دے۔ (آمین یاربّ العٰلمین)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

حضرت مصلح موعود نے ایک رؤیا دیکھی کہ آپ ایک سفر پر ہیں۔ کوئی آپ سے کہتا ہے۔ راہ کی دونوں طرف

کئی بلائیں آپ کے اس سفر میں مزاحم ہوں گی۔ آپ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور یہ کہتے ہوئے سفر جاری رکھیں "'' خدا کے فضل و رحم کے ساتھ۔ خدا کے فضل و رحم کے ساتھ"۔ آپ نے دیکھا کہ جب آپ راہ پر آگے بڑھے۔ تو کہیں بغیر سر کے لاشیں اُچھلتی کودتی ہیں۔ کہیں کوئی ڈرانے والی چیز آپ کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن آپ خدا کے فضل و رحم کے ساتھ کہتے آگے بڑھتے گئے اور منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔

حضرت مصلح موعود کی اس رؤیا میں ہم سب کے لئے ایک سبق اور راہنمائی ہے۔ انسان جب کسی نیک مقصد کا عزم کرتا ہے۔ جب منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہے تو اسے راہ میں کئی بلاؤں اور مصیبتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ کئی فتنے اس کی راہ کو روکتے ہیں۔ اگر وہ صاحب عزم اور ارادہ کا پختہ ہے تو قدم بڑھاتا جائے ان فتنوں کو خاطر میں نہ لائے۔ ان کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔ وہ اپنی منزل کی طرف گامزن رہے۔ خدا پر توکل کرے۔ اس کے فضل و کرم کی زاد راہ لئے سفر کو جاری رکھے۔ انشاء اللہ وہ منزل سے ہمکنار ہوگا۔

جماعت کی تاریخ شاہد ہے کہ آزمائش کا کوئی جھونکا، مصیبت کی کوئی آندھی، خوف کی کوئی رعد اُن کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک نہیں سکی۔ وہ خدا کے فضل و رحم کے سہارے آگے ہی بڑھتے رہے۔

آیت استخلاف میں خدا کا وعدہ ہے کہ وہ اپنی تقدیر کے ماتحت خوف کو مبدّل بامن کر دے گا۔ وہ قدموں کو ثبات و استحکام بخشے گا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے بندے آزمائش پر جب پورا اترتے ہیں۔ وہ خدا پر توکّل کرتے، اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔ تو اللہ کی تقدیر اس کا فضل اس کے شامل ہوتا ہے۔ وہ ان آزمائشوں سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا ہمارے آقا نے

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کر نکلتا ہے

اَب یہ افواہیں، یہ غلط اور گمراہ کن خبریں، مایوسی اور انتشار پھیلانے والے سارے حربے ناکام ہونگے۔ خدا کی تقدیر پوری ہوگی۔ اس کا فضل ہمارے شامل حال ہوگا۔ ہمارا یہی فرض ہے کہ منزل مقصود کی طرف یہ کہتے بڑھتے چلے جائیں۔ خدا کے فضل و رحم کے ساتھ، خدا کے فضل و رحم کے ساتھ۔ انشاء اللہ منزل آپ کے قدم چومے گی۔ خدا کی نصرت آپ کے شامل حال ہوگی۔

دعاؤں پر زور دیجئے۔ نوخیز نسل کی تربیت کیجئے۔ آستانہ الوہیت پر جبین جھکی رہے اس کی تقدیر کے پورا ہونے کے لئے، اس سے التجا کیجئے۔ آپ دیکھیں گے ہوگا وہی جس کا خدا نے اپنے بندہ سے وعدہ کیا۔ فرمایا:۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ٭ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

مُبارک صد مُبارک

مبارک صد مبارک کہ دس ستمبر کو سرزمین اُندلس پہ "مسجد بشارت" کے افتتاح کے ذریعہ خدا کی عظمت و کبریائی اُس کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہوگا۔

اس غریب جماعت کے ہزاروں مخلصین اپنی آنکھوں سے اس تاریخی منظر کو دیکھنے کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ اور ہزاروں آنکھیں اس منظر کو دیکھنے کے لئے ترس رہی ہیں۔

آہا! کتنا پُر کیف ہوگا وہ لمحہ جب شمعِ احمدیّت اپنے پروانوں سمیت وہاں نمودار ہوگی۔ کیا وجد آفرین ہوگا۔ وہ وقت جب پیدرو آباد کی فضائیں بلالی ندا سے گونجیں گی۔ جب اُندلس والوں کو امن اور سلامتی کی تعلیم سے قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر روشناس کریں گے۔ لوگ پہاڑیوں، مرغزاروں کو سجانے کے لئے درخت لگاتے ہیں۔ آج اُندلس کی سرزمین میں اسلام کا بیج بویا جائے گا۔ آنکھوں کے آنسو اسے سیراب کریں گے۔ اہلِ ایمان کی دعاؤں سے عرش کے پایہ کو جنبش ہوگی۔ سرزمینِ اُندلس پر قدم رکھنے والو۔ خدا کے گھر کی تعمیر پہ تمہیں مبارک ہو۔ مبارک تھے وہ ہاتھ جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی اور مبارک ہیں وہ ہاتھ جو اس کا افتتاح کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

زندہ باد مصلح موعود! آپ کی خواب کی تعبیر پوری ہو رہی ہے۔ زندہ باد نافلہ لک۔ مسجد کی تعمیر مکمّل ہوئی۔ زندہ باد قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر! کہ آپ کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہو رہا ہے۔

مغرب کی وادیوں میں اذان گونجی ——— طارق مبارک ہو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو کہ اسلام کی محبّت اور سلامتی کی شمع روشن ہو رہی ہے۔ اور موسیٰ بن نصیر کی رُوح کو بھی اب قرار آجائے کہ ——— سرزمین اُندلس میں آبِ حیات کا چشمہ پھوٹ پڑا ——— اے اللہ اس بیج کو اپنے فضلوں سے بار آور فرما۔ اسے ایسا درخت بنادے جس کی جڑیں زمین میں گہری ہوں تو شاخیں آسمان سے چھُو رہی ہوں۔ وماذٰلک علی اللہ بعزیز۔

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بنی اللہ لَہٗ بیتًا فِی الجنّۃ

ترجمہ:۔ جس نے یہاں اللہ کا گھر بنایا۔ اللہ نے اس کا گھر جنّت میں بنایا۔

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْہُ
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

سونے کا بھرا ہُوا گھڑا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عِقَارًا لَہٗ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِی عَقَارِہٖ جَرَّۃً فِیْھَا ذَھَبٌ فَقَالَ لَہُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ خذ ذھبَکَ مِنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الارضَ وَلَمْ اَبْتَغِ الذَّھَبَ وقالَ الَّذی لَہُ الارضُ اِنَّمَا بعتُکَ الارضَ وَما فیھا فتحاکما الی رجلٍ فقالَ الَّذی تحاکما الیہ اَلَکُمَا ولدٌ قالَ اَحَدُھُمَا لِی غُلامٌ وَقَالَ الْاٰخرُ لِی جارِیَۃٌ قالَ اَنکِحُوا الغُلَامَ الجارِیَۃَ وَاَنْفِقُوا عَلٰی اَنْفُسِھِمَا مِنْہُ وَتَصَدَّقَا۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت ابوہریرۃ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے دوسرے سے ایک جائیداد خرید کی۔ خریدنے والے کو اس جائیداد میں سے ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا خریدنے والا جائیداد بیچنے والے کے پاس گیا اور اسے کہا۔ یہ تمہارا سونا ہے اسے لے لو کہ میں نے تم سے جائیداد خرید کی تھی۔ سونا تو نہیں خریدا تھا۔ جس نے زمین بیچی تھی کہا میں نے زمین اور جو کچھ اس میں تھا تمہارے پاس بیچا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں ایک آدمی کے پاس فیصلہ کے لئے گئے۔ اس ثالث نے دونوں سے پوچھا تمہاری کوئی اولاد ہے۔ ایک نے کہا میرا لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری بیٹی ہے۔ اس پر اس نے کہا انکی باہم شادی کر دو اور یہ رقم ان پر خرچ کر دو۔ اور انہیں دے دو۔

احادیث میں کئی ایسی احادیث ہیں کہ حضور پہلے لوگوں کی اچھی مثالیں یا حکائتیں بیان کرتے۔ ان کی غرض ان اچھی مثالوں کی پیروی اور انہیں اختیار کرنا ہوتا ہے۔ آج دُنیا کے اکثر جھگڑے اس وجہ سے ہیں کہ ہم دوسرے کا حق دبانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے حق سے زائد لینا جرم اور حرام سمجھیں تو معاشرہ میں جنّت کی فضائیں بس سکتی ہیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

مناجات

اِلٰھِیْ فَدَتْكَ النَّفْسُ اِنَّكَ جَنَّتِیْ ٭ وَمَا اِنْ اَرٰی خُلْدًا كَمِثْلِكَ یُثْمِرُ

میرے معبود! تجھ پر میری جان قربان تو ہی میری جنّت ہے ۔ مَیں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی جو تیرے جیسا پھل لائے

طُرِدْنَا لِوَجْهِكَ مِنْ مَجَالِسِ قَوْمِنَا ٭ فَاَنْتَ لَنَا حِبٌّ فَرِیْدٌ وَّ مُوْثَرُ

اے خدا تیرے منہ کی خاطر ہم قوم کی مجالس سے ردّ کئے گئے ۔ پس تو ہی ہمارا یگانہ حبیب ہے جسے ہم نے اختیار کر لیا ہے

اِلٰھِیْ بِوَجْهِكَ اَدْرِكِ الْعَبْدَ رَحْمَةً ٭ وَلَیْسَ لَنَا بَابٌ سِوَاكَ وَمَعْبَرُ

میرے معبود! تجھے تیرے چہرہ کا واسطہ اپنے بندہ کی خبر لے ۔ اور ہمارے لئے تیرے سوا نہ کوئی دروازہ اور نہ کوئی جائے گذر ہے

اِلٰی اَیِّ بَابٍ یَا اِلٰھِیْ تَرُدُّنِیْ ٭ وَمَنْ جِئْتُهٗ بِالرِّفْقِ یَزْرِیْ وَیَضْجَرُ

اے میرے خدا تو کس کے دروازے کی طرف مجھے لوٹائے گا ۔ مَیں جس کے پاس نرمی سے جاؤں وہ بدگوئی کرتا اور منہ پھیر لیتا ہے

(درثمین عربی صـ ۲۰۶)

اللہ والوں کا یہی نعرہ ہوتا ہے اَشْكُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰهِ وہ اسی کے حضور فریادی ہوتے ہیں جس نے انہیں بھیجا ہوتا ہے ۔ ابتلاء اور شدائد کا اللہ والوں پر آنا ضروری ہے ۔ اس کے نتیجہ میں فضل باری نازل ہوتا ہے ۔ شرط یہ ہے کہ دامنِ ایمان و صبر ہاتھ سے نہ چھوٹے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم (فداہ ابی و امّی) نے خباب بن ارت کو کیا خوب جواب دیا تھا کہ تم سے پہلے آروں سے چیر دیئے گئے ۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ لیا گیا ۔ لیکن وہ ایمان سے دستبردار نہ ہوئے ۔

خدائے رحمان و قہار کی درگاہ سب درگاہوں سے بہتر اور برتر ہے ۔ پھر کسی اور در کی دریوزہ گری کا کیا فائدہ... کیوں نہ اسی درگاہ پہ جبیں سائی کریں ۔

کلام الامام امام الکلام

یہاں آنے سے کیا مطلب ہے

(حضرت اقدس)

یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کیلئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے۔ اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ میں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے کہ کوئی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔

ع کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے۔ میں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسبِ حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں تیں ثواب کی نیّت سے کہتا ہوں۔ میں اپنے نفس میں انتہاء درجہ کا جوش اور دَرد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں ترک نہیں کر سکتا۔ اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو۔ اُن پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو اور ان آدمیوں کو جو ہم سے دُور ہیں اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں اور عمل کی ضرورت نہیں تو پھر مجھے بتلاؤ کہ یہاں آنے سے کیا مطلب ہے۔ میں محض تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے تاکہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے اور وہ ناامید ہو جاویں کہ ہر مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آ کر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے ان کو شرمندہ کیا۔"

(تقریر حضرت اقدس برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء بحوالہ انفاخ قدسیہ صفحہ ۱۴۱،۱۴۲)

حضرت مصلح موعود کی جماعت کو نصیحت

مرسلہ مکرم غلام رسول صاحب اعوان - ناظم انصاراللہ ڈیرہ غازیخان

"تیسری بات جس کی میں جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے افراد اپنے عمل میں درستی پیدا کریں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جن کے چھوڑتے ہیں کوئی بھی دقت نہیں میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک انہیں باتوں کو ہماری جماعت کے افراد نہیں چھوڑ سکے۔ مثلاً داڑھی رکھنا ہے۔ میں دیکھتا ہوں ہماری جماعت میں ایسے کئی لوگ موجود ہیں جو داڑھی نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس میں کونسی دقت ہے۔ آخر اُن کے باپ دادا داڑھی رکھتے تھے یا نہیں۔ اگر رکھتے تھے تو پھر اگر وہ بھی داڑھی رکھ لیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ پھر باپ دادا کو جانے دو۔ سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی رکھتے تھے یا نہیں۔ اگر رکھتے تھے تو آپ کی طرف منسوب ہونے والے افراد کیوں داڑھی نہیں رکھ سکتے۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک نوجوان نے بحث شروع کر دی کہ داڑھی رکھنے میں کیا فائدہ ہے۔ وہ میرا عزیز تھا۔ اور ہم کھانا کھا کر اُس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور چونکہ فراغت تھی اسلئے بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ کج بحثی کر رہا ہے تو میں نے اُسے کہا میں مان لیتا ہوں کہ داڑھی رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس پر وہ خوش ہُوا کہ آخر میری بات تسلیم کر لی گئی۔ میں نے کہا میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں کوئی بھی خوبی نہیں۔ مگر تم بھی ایک بات مان لو اور وہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ساری خُوبی ہے۔ بے شک داڑھی رکھنے میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینے میں ساری خوبی ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ داڑھی رکھو تم بے شک سمجھو کہ یہ چیز ہر رنگ میں مضر اور نقصان دہ ہے۔ مگر کیا بیسیوں مضر چیزیں ہم اپنے دوستوں کی خاطر اختیار نہیں کر لیا کرتے۔ اوّل تو مجھے داڑھی رکھنے میں کوئی ضرر نظر نہیں آتا۔ لیکن سمجھ لو کہ یہ مضر چیز ہے۔ پھر بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں داڑھی رکھو۔ تو ہماری خوبی آیا اس بات میں ہے کہ داڑھی رکھیں یا اس میں ہے کہ داڑھی نہ رکھیں۔ آخر ایک شخص کو ہم نے اپنا آقا اور سردار تسلیم کیا ہُوا ہے۔ جب ہمارا سردار اور آقا ہمیں کہتا ہے کہ ایسا کرو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے حکم کے پیچھے چلیں۔ خواہ اُس کے حکم کی ہمیں کوئی حکمت نظر نہ آئے۔"

(روزنامہ الفضل ۱۴ ۴/۴۸)

جب سیّدنا عمر فاروقؓ زخمی ہوئے

ایڈیٹر

حضرت عمرؓ کی دعا اور رؤیا

تیئس ہجری کا واقعہ ہے۔ اس سال اذربیجان، ہمدان، طرابلس، ری، کرمان، سجستان، مکران اور اصفہان اسلامی قلمرو میں شامل ہو چکے تھے۔ سعید بن مسیب راوی ہیں کہ سیّدنا عمر فاروقؓ حج کے لئے تشریف لے گئے جب آپ منیٰ سے وادیٔ بطحاء میں پہنچے تو سستانے کیلئے زمین پر لیٹ گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ برس کے قریب تھی۔ بعض روایات کی رُو سے اس سے بھی زیادہ۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا پروردگار! میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں۔ کوئی خواہش باقی نہیں۔ مجھے ایسی حالت میں اپنے پاس بلا لیجئے کہ میرے ہوش و حواس قائم ہوں بے کار نہ ہو جاؤں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ دُعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب ہو اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

معدان بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک روز فرمایا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے دو ایک بار چونچ ماری ہے۔ میرا خیال ہے میری اجل آپہنچی ہے۔ لوگوں نے مجھے اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کے لئے مشورہ دیا ہے۔ اللہ اپنے دین اور خلافت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگر میری موت جلد ہوگئی تو میں اس کے لئے چھ ایسے آدمیوں کی کمیٹی مقرر کر دُوں گا۔ خدا کے رسول جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے تو وہ ان سے راضی تھے۔

ابو لؤلؤ کا مدینہ آنا

حضرت عمرؓ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مدینہ میں کوئی بالغ فرد باہر سے بغیر اجازت نہ آئے۔ مغیرہ بن شعبہ عامل کوفہ نے حضرت عمر کی خدمت میں لکھا کہ میرے پاس ایک غلام بہت اچھا پیشہ ور ہے۔ اس کا وہاں آنا لوگوں کیلئے بہت مفید ہوگا۔ غلام مجوسی تھا اس لئے حضرت مغیرہ نے اس کی پیشہ ورانہ مہارت کی بناء پر اس پر سو درہم جزیہ عاید کیا تھا۔ اس کا نام ابو لؤلؤ تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی رقم کے زائد ہونے کا شکوہ کیا۔ حضرت عمرؓ

نے فرمایا یہ رقم تیرے لئے زیادہ نہیں۔ ابو لؤلؤ غصہ سے بڑبڑاتا چلا گیا۔ چند روز کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے بلایا اور پوچھا تو کہتا ہے اگر میں چاہوں تو ہوا سے چلنے والی چکی بنا سکتا ہوں۔ اُس نے کہا میں آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا۔ جس کا لوگوں میں خوب چرچا ہوگا۔ جب ابو لؤلؤ گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔

ابو لؤلؤ کا ناپاک عزم

وہ چکی اس نے یہ بنائی کہ جاکر ایسا خنجر تیار کیا جس کا قبضہ درمیان تھا اور دونوں طرف اس کی دھار تھی۔ اور اسے تیز کرکے زہر میں بجھایا۔ پھر اندھیرے میں ایک روز نماز فجر سے قبل مسجد میں آکر چھپ گیا۔ جونہی حضرت عمرؓ صفوں کو سیدھا کرنے لگے۔ اس نے حضرت عمر پر اس خنجر کے تین وار کندھے اور پیٹ پر کئے۔ جس سے آپ کی انتڑیاں کٹ گئیں۔ حضرت عمرؓ زخمی ہوکر گرے تو جو آگے بڑھتا رہا ابو لؤلؤ اس پر بھی خنجر سے وار کرتا رہا۔ اس طرح اُس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا اُن میں سے چھ زخموں کی تاب نہ لاکر چل بسے۔ ایک عراقی نے اس پر قابو پالیا تو ابو لؤلؤ نے اپنے آپ کو خنجر مار کر خودکشی کرلی۔ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔ حضرت عمر کو دودھ پلایا تو دودھ انتڑیوں سے بہہ گیا۔ صحابہ نے کہا حضور کوئی ایسی بات نہیں۔ فرمایا موت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے تو فرمایا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ذمہ میرے خدا کا کچھ نہ نکلے نہ میرا اس پروردگار کے ذمہ کچھ ہو۔ برابر برابر میں چھوٹ جاؤں۔ مجھ پر خدا کا یہی بڑا فضل ہے کہ اس کے برگزیدہ رسُول کی مجھے رفاقت نصیب ہوئی۔

انتخابِ خلافت کے لئے کمیٹی

انتخاب خلافت کے لئے آپ نے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر فرمادی جس کے ممبران عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ تھے۔ یہ سب اُن صحابہ پر مشتمل تھی جنہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ آپ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صہیب رومی پڑھائیں۔

جب آپ کو بتایا گیا کہ آپ پر حملہ کرنے والا مجوسی غلام ہے تو آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوئی جو اسلام کا نام لیوا ہو۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور کہا دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے۔ حساب کیا تو آپ پر چھیاسی ہزار قرض تھا۔ بعض روایات میں اس سے کم بیان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میری جائیداد بیچ کر اس کو ادا کر دیا جائے۔ اگر کوئی رقم باقی رہ جائے تو بنی عدی سے قرض ادا کرنے کیلئے

کہا جائے۔ پھر بھی قرض باقی رہ جائے تو قریش سے اسے ادا کرنے کے لئے کہا جائے۔

حضرت عائشہؓ کا ایثار

اس کے بعد ابنِ عمرؓ سے کہا امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جاؤ اور جا کر میری طرف سے درخواست کرو کہ مجھے اپنے دونوں ساتھیوں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیجئے۔ ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے سیدنا عمرؓ کی اس خواہش کا ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ یہ جگہ تو مَیں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کا یہ بے مثال ایثار تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ امّ المومنین! آپ پر خدا کی ہزار رحمتیں ہوں۔ آپ نے ماں ہونے کا حق ادا کر دیا۔ کہ جب ایک بیٹے نے ان کی سب سے بڑی خواہش کا ایثار چاہا تو آپ نے انہیں مایوس نہیں کیا ــــ حضرت عبداللہؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابّا! حضرت عائشہؓ نے اجازت دیدی ہے تو عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ الحمد للہ۔

آپ سے عرض کیا گیا وصیّت فرما دیجئے۔ اور خلیفہ نامزد کر دیجئے۔ فرمایا میں نے جو کمیٹی نامزد کی ہے اُن سے زیادہ اس کا کوئی مستحق نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جب خدا کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ان سے راضی تھے۔ فرمایا حضرت عبداللہؓ بن عمر اس مشورہ میں شامل ہوں گے لیکن وہ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔

آنیوالے خلیفہ کو وصیّت: وصیّت آپ نے یہ کی "مَیں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو خدا کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ مہاجرین انصار کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اس طرح آپ نے دوسرے مسلمانوں سے نیک سلوک کی تاکید کی۔

آپ نے حضرت عبداللہؓ کو کہا جب میرا انتقال ہو جائے اور میرا جنازہ اٹھے تو ایک بار پھر حضرت عائشہؓ سے اس حجرہ میں تدفین کی اجازت طلب کرنا۔ امّ المومنین حضرت عائشہ نے پھر اثبات میں جواب دیا۔

تدفین: چنانچہ آسمان اسلام کا درخشندہ ستارہ، عادل، زاہد، عابد عمر فاروقؓ اپنے دونوں بزرگ ساتھیوں کے پہلو میں ذی الحج کے آخری ہفتہ کے روز سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اس دُنیا میں موجود نہیں لیکن تاریخ عالم عمر فاروق کے کارناموں کو کبھی محو نہیں کر سکتی۔ خدا کی تا ابد رحمتیں ہوں آپ پر اور آپ کے دونوں بزرگ ساتھیوں پر۔

آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا "کفی بالموت واعظا یا عمر" عمر! موت کافی ہے واعظ۔ مشہور صحابی امّ ایمن نے آپ کی وفات پر کہا۔ آہ عمر شہید ہو گئے۔ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا! عبدالرحمٰن بن یسار کہتے ہیں آپ کی شہادت کے موقعہ پر سورج گہنا گیا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۰۳ تا ص۱۰۶)

توبہ و استغفار

از مکرم محترم ملک جمیل احمد صاحب ــــ زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ناظم آباد کراچی

توبہ کے معنے :۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں "توبہ کے معنی ہیں ندامت اور پشیمانی سے بُرے کام سے رجوع کرنا۔ توبہ و استغفار رجوع الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شیطان سے دُور اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض و برکات کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ اور بعض آلائشوں کا گند اس سے دھویا جاتا ہے۔ توبہ و استغفار میں ایک خاصیت یہ ہے کہ گذشتہ گناہ اُس کے بخشے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس سے پیار کرتے لگ جاتا ہے۔ توبہ نہ کرنے والا انسان گناہ کی طرف جھکتا ہے اور گناہ آہستہ آہستہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ پس توبہ و استغفار منتر جنتر کی طرح نہیں پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اس کے مفہوم اور معانی کو مدِّنظر رکھ کر تڑپ اور سچی پیاس سے خدا تعالیٰ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں کو نظر کے سامنے لا کر توبہ و استغفار کریں۔ توبہ و استغفار میں ایک مخفی عہد ہوتا ہے کہ فلاں گناہ مَیں کرتا تھا اب آئندہ وہ گناہ نہیں کروں گا"۔

توبہ و استغفار کا حکم اور اُس کے فوائد :۔ سب سے پہلے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جب انسان کی تخلیق کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تا انسان اس کی عبادت کرکے انعام پاسکے اور اُس کے جلال کا دُنیا میں ظہور ہو۔ تاکہ وہ اس کی صفات کا مظہر بن سکے۔ اور حقیقی معنوں میں انسان بن کر اپنے اندر اُنسِ خالق اور اُنسِ مخلوق پیدا کرے۔ جیساکہ فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

یعنی ہم نے جن اور اِنسان کو اِس لئے پیدا کیا تاکہ ہماری عبادت کریں۔ تو ساتھ ہی انسان کے اندر دو مختلف خواص پیدا کئے۔ ایک اطاعت کا، دوسرا نافرمانی کا۔ تا اُن کے تحت کوشش کرکے نفسِ امّارہ یعنی نافرمانی کے خواص کو ختم کرکے انعامِ الٰہی کا مستحق ہوجائے۔ دوسری حکمت ان ہر دو خواص میں یہ ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو بندوں پر رحم اور بخششِ گناہ کی ہیں یعنی صفات ستّار و غفار کا اظہار ہو سکے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ سراپا رحمت ہے اُس کی رحمت نے مزید تقاضا کیا۔ اور وہ راستہ بھی بتلایا کہ جس سے انسان

صراطِ مستقیم پا کر اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے گروہ میں شامل ہو سکے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے۔ اور اُس کی صفات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ پس اُس راستہ کا نام توبہ ہے جس کو استعمال کرکے انسان خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ اور اپنی خطاؤں کو معاف کروا سکتا ہے توبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا چشمہ ہے۔ اگر انسان اس میں غسل کرتا رہے تو اس سے تینوں فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے پچھلے گناہوں کی بخشش۔ آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق پانا اور سوئم محبتِ الٰہی حاصل کرنا۔ اَب میں قرآنی دلائل کو آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ جس میں توبہ کا حکم ہے اور اُس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

توبہ کا قرآنی حکم

:- (۱)۔ خدا تعالیٰ کا نام توّاب بھی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

فرمایا کہ تو اپنے ربّ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرنے میں بھی مشغول ہو جا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف رحمت کے ساتھ لَوٹ لَوٹ کر آنے والے ہیں۔

(۲)۔ دوسری جگہ فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ پھلنے والے توبہ کرنے والے اور پاکیزہ دل والوں سے محبّت کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:-

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

حق تعالیٰ قرآن حکیم میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم سے فرماتے ہیں کہ تُو میرے اُن بندوں سے کہہ دے جنہوں نے اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتے ہیں۔ وہ بخشنے والے اور بار بار رحم کرنے والے ہیں۔

؎ جب مجرمِ ذی عصیاں نے استغفراللہ کہہ دیا ؛ تو آپ نے بھی لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللہ کہہ دیا

انسان کو آئندہ کے لئے دُعا اور استغفار کرنا چاہیئے اور گذشتہ کے لئے توبہ کرنی چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ۔
کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص طور پر رجوع کرو۔ مگر منافقت کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔ کوئی تعجب نہیں کہ تمہارا رب تمہاری بدیوں کو مٹا دے اور تم کو ایسی جنّتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ مگر توبہ مکمّل طور پر ہونی چاہیئے۔

پھر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ

یعنی تم اپنے ربّ سے بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سچائی سے رجوع کرو یعنی سچّی توبہ کرو۔ وہ تمہیں ایک مقررہ میعاد تک متاعِ حسنہ عطا کریں گے۔ اور نیز ہر ایک صاحب فضیلت کو اپنا فضل عطا کریں گے اور جو کوئی فضیلت کے قابل ہوگا اس پر فضل کریں گے یعنی اعلیٰ مقام عطا کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ الَّذِىۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَيَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ۔

کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتے ہیں اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں گناہ گاروں کی توبہ کے صلہ میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓـئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔

یعنی سوائے اُس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق عمل کئے۔ پس یہ لوگ ایسے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرے اور اس کے مطابق عمل کرے تو وہ شخص حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔
گناہ گار کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ نیز اپنے نیک بندوں کی ایک خاص نشانی قرآن مجید نے یہ بیان فرمائی۔ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ۔ کہ وہ سحری کے وقت خدا تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

اب میں ایک حدیث بھی بیان کرتا ہوں:۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔

کہ جس نے اپنے سابقہ گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور حقیقی رنگ میں توبہ کی وہ انسان ایسا ہی ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ توبہ کے بدلے انعام کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ایک شخص کو مُکّا مارا۔ اس کے نتیجے میں وہ شخص مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے معافی ہی نہیں دی بلکہ ان کو کلیم اللہ کے خطاب سے نوازا اور نبی کا مقام عطا کیا۔

اس وقت تمام دُنیا کا سکون لُٹ چکا ہے کسی کو سکون نہیں۔ کسی کو پتہ نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اس کا علاج صرف اور صرف توبہ و استغفار ہے۔

اَب ایک مزید آیت پیش ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ توبہ کس حالت میں قبول نہیں ہوتی فرمایا:۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ۔

یعنی ایسے لوگوں کی جو ساری عُمر برائیاں کریں یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہو جائیں اور پھر توبہ کریں یہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اَب مَیں دوستوں سے نہایت عاجزانہ التجا کروں گا کہ آیئے ہم سب عہد کریں کہ آج سے ہی اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں کو یاد کر کے توبہ کریں تا سابقہ گناہ بخشوا سکیں۔ اور انعامات کے مستحق ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے دس شرائط بیعت میں روزانہ توبہ و استغفار کرنا بھی شامل فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ اسلام کی حقیقت اور رضائے الٰہی کا دوسرا نام توبہ ہے۔ یہی وہ توبہ تھی کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ یہی وہ توبہ تھی جس سے انسان فرشتوں پر سبقت لے گیا۔ یہی وہ توبہ تھی جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا معراج نصیب ہُوا۔ یہی وہ توبہ تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق دُنیا میں جنّت کی خبر دے دی۔ کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۔

فرمایا۔ ہم مومنوں سے کہتے ہیں کہ کیا اَب تک ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اُس کلام کے لئے جو حق و حکمت کے ساتھ اُترا ہے جھکتے نہیں۔

اس آیت کے بارے میں ایک خاص واقعہ بھی سُن لیجئے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ آیت ایک تجارتی قافلہ میں سے ایک شخص زور سے بوقت سحر تلاوت کر رہا تھا اور ڈاکوؤں کے سردار فُضیل ابن عیاض جو قافلہ لوٹنے کے

لئے گھات لگائے بیٹھے تھے نے سُنی تو فوراً نعرہ مار کر اپنی گھات سے باہر نکلے اور کہا ہاں میرے پروردگار! وہ وقت اب آگیا ہے اور مَیں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور اب وہ ایک ڈاکو کی بجائے حضرت فضیل ابنِ عیاض ولی اللہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

برادرانِ کرام! ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پکار پر کان لگائے رکھنا چاہیئے۔ اور اسی وقت سے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی اپنے رحیم وکریم آقا سے معافی طلب کر کے اپنا حساب صاف کر لینا چاہیئے۔ سو مَیں اپنے تمام بھائیوں کو جنہوں نے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں، خواہ کتنے ہی غموں اور تفکّرات نے گھیر لیا ہو چاروں طرف سے ناامیدیوں اور بے وفائیوں نے اُن کو ستا رکھا ہو، یا یہ زندگی ایک مصیبت بن چکی ہو ان کو یہ خوشخبری ہو کہ وہ توبہ اور استغفار کے ذریعے سے ربّ العٰلمین کی بخششوں، رحمتوں اور انعاموں کے وارث بن سکتے ہیں۔

اقوالِ بزرگان

(مرسلہ: مکرم غلام رسول صاحب اعوان ـــ ڈیرہ غازیخان)

۱۔ کوئی گناہ اتنا ضرر نہیں پہنچاتا جتنا دوسرے مسلمان بھائی کی بےعزتی اور اُسے حقیر سمجھنا۔

۲۔ فسق وفجور اور فحاشی سے بچنا محال ہے جب تک کہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے۔

۳۔ جس کو خدا تعالیٰ برگزیدہ کرتا ہے اس پر ایک فرعون مسلّط کر دیتا ہے تاکہ وہ اسے رنج پہنچائے۔

۴۔ اگر تو خدا سے راضی ہے تو یہ نشان ہے کہ خدا بھی تجھ سے راضی ہے۔

۵۔ تین حالتوں میں خبردار رہو:۔ (۱) جب کام کرو تو سمجھو کہ خدا دیکھتا ہے۔ (۲) جب بات کرو تو دیکھو کہ خدا سُنتا ہے۔ (۳)۔ جب چُپ رہو تو سمجھو کہ خدا جانتا ہے کہ کیوں چُپ ہے۔

۶۔ نفس کی پیروی سے زیادہ اور کوئی چیز بُری نہیں۔

۷۔ کسی نے کہا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ کہا کہ خدا سے بھی نہیں کیونکہ مَیں راضی برضا رہتا ہوں۔

۸۔ تو جنّت طلب نہ کر بلکہ ایسی شئے طلب کر کہ جنت تیری مشتاق ہو۔

۹۔ تُونے انجام کار خاک بننا ہے۔ اس لئے مٹی ہونے سے پہلے مٹی ہوجا۔

۱۰۔ ہر بات میں بحث کرنا اچھا نہیں۔ بزرگوں کے سر غلطی تھوپنا بھی غلطی ہوتا ہے۔

سرزمینِ اُندلس میں

بشارت

(نتیجۂ فکر محترم چوہدری شبیر احمد صاحب - وکیل المال)

مرے عزیزو مری نظر میں سما گئی ہے بہارِ اُندلس ⁂ مری نگاہیں لگی ہوئی ہیں بسوئے راہِ دیارِ اُندلس
یہ سرزمین یادگارِ طارق جو بن گئی مرجعِ خلائق ⁂ مہک رہی ہے وہاں مسلماں کے خون سے ہر لالہ زارِ اُندلس
مثیلِ ارضِ حرم میں جب سے ہوئی ہے جلوہ نما "بشارت" ⁂ حسین سے ہو گئی حسین تر ہے لیلیٔ اُندلس، نہارِ اُندلس
یہی وہ دلہن ہے لٹ گیا تھا شباب ہی میں سہاگ جس کا ⁂ ہوئی ہے پھر سے وہ اب سہاگن وہ دلہن زرنگارِ اُندلس
خدا نے شرفِ قبول بخشا ہے محنتوں کو تو آج خوش ہیں ⁂ کرم الٰہی ظفر بجا ہے جنہیں کہیں جاں نثارِ اُندلس
حصولِ محمل کا شوق پیدا ہوا بہت سے دلوں میں لیکن ⁂ عطا ہوا جس کو تاجِ رضوان وہی بنا شاہسوارِ اُندلس
امینِ قرآں جس کا سینہ لوائے فتح و ظفر کا حامل ⁂ فدائے ملت کے ایسے ناصر کو ہی کیا کامگارِ اُندلس
خدا کی حکمت کے تحت ظاہر کریں گے اب افتتاحِ مسجد ⁂ بعہدِ نو ہو برنگِ اطہر حسین تر گلعذارِ اُندلس
کھلیں گے اُن مسجدوں کے در بھی جو مرثیہ خواں ہیں مدتوں سے ⁂ بنے گی ان کے لئے یہ مسجد "بشارت" تاجدارِ اُندلس
اذاں کی رس بھری صداؤں سے ہوں گی معمور اب فضائیں ⁂ نسیمِ رحمت سے لہلہائے گا پھر سے ہر مرغزارِ اُندلس

پہنچنے والے پہنچ رہے ہیں جہاں کہ ساقی ہے بزم آراء
مگر یہ شبیر ہے کہ بیٹھا ہے مثلِ سینہ فگارِ اُندلس

برکاتِ خلافت

پریشان روحوں کی راحت خلافت

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت
ہے ایمان والوں کی دولت خلافت

نبوّت کی زندہ صداقت خلافت
خدا کی طرف سے امانت خلافت

نبوّت خدا کی مکمّل ہدایت
ہدایت کی کاملِ اشاعت خلافت

نہیں ہوتے معزول ہرگز خلیفے
کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت

نہیں چھین سکتا خلیفے سے کوئی
خدا کا عطیّہ ہے خلعت خلافت

ہراساں دلوں کی تسلّی کا موجب
سراپا تشفّی سکینت خلافت

غمِ رحلتِ انبیاء کا مداوا
پریشان رُوحوں کی راحت خلافت

ہے بندوں پہ گو انتخابِ خلافت
حقیقت میں ہے دستِ قدرت خلافت

تصرّف خدا کا جھکاتا ہے سب کو
ہے گویا خدا کی مشیّت خلافت

سراجِ نبوّت جو ہوتا ہے اوجھل
تو آتی ہے پھر حسبِ سنّت خلافت

تقرب الی اللہ کا واحد ذریعہ
ہے صدق و وفا کی علامت خلافت

خلافت ہے دینِ متیں کی محافظ
ہے امن وسکوں کی ضمانت خلافت

خلافت سے ہوتی ہے تنظیم قائم
یہی ہے نبی کی نیابت خلافت

خلافت ہے اثباتِ مرکز کا باعث
خدا کی جماعت کی قوّت خلافت

کیا سورۂ نُور میں حق نے وعدہ
کہ پائے گی یہ خیرِ اُمّت خلافت

خلافت کا انکار کرتا ہے فاسق
سمجھتا ہے وہ بے حقیقت خلافت

کرو صدقِ دل سے اطاعت ہمیشہ
خدا کی ہے لاریب رحمت خلافت

ہمیں ناز اس کی غلامی پہ ہر دم
ملی "دائمی" ایک نعمت خلافت

مشرّف بہ بیعت ہوئے شاد ہم بھی
کہ ہے موجبِ صد سعادت خلافت

شہریار تبسم شاد

سیرة صحابہ حضرت اقدسؑ

بلحاظ صبر و استقامت

مکرم پروفیسر سعود احمد خان صاحب ربوہ

حضرت اقدسؑ کے صحابہ اب ہم میں انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ لیکن اُن کے کم نظر آنے کے باوجود ہم ان کو کبھی بھی بھلا نہیں سکتے۔ وہ جو کسی نے کہا ہے ؎

وے صورتاں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں ٭ اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ان پر اور ہم پر صادق آتا ہے۔ اس پاک گروہ کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ نبویہ میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ لیکن اُن کے وہ محاسن جن کا تذکرہ آج میری تقریر کا موضوع ہے یعنی صبر و استقامت، قرآن مجید کی سورۃ فتح میں یوں بیان ہوئے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

یعنی انجیل میں اُن کی حالت یوں بیان ہے کہ وہ ایک کھیتی کی طرح ہوں گے۔ جس نے پہلے تو اپنی روئیدگی نکالی پھر اس کو غذا کے ذریعہ مضبوط کیا اور وہ روئیدگی اور مضبوط ہو گئی۔ پھر اپنی جڑ پر مضبوطی سے قائم ہو گئی۔ زمیندار کو پسند آنے لگی۔ کفار دیکھ دیکھ کر جلیں گے۔

ہمارے سیّد و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے صحابۂ کرام کی ایک اور شان اسی آیت میں مَثَلُهُمْ فی التوراۃ کے تحت یوں بیان ہوئی أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ دونوں حالتوں میں نمایاں فرق ہے کہ یہ ایک گروہ نہیں ہو سکتے۔ ایک کفار کے مقابلہ میں ایسا جوش رکھتا تھا کہ جلد چھا جانے والا تھا دوسرا آہستہ آہستہ بڑھنے والا۔ گویا ایک جلالی شان کا حامل اور ایک جمالی شان کا۔ پس یہ دو الگ الگ گروہ ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر اسلام کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ سورۂ جمعہ میں ان دونوں گروہوں کو اُمّیّین اور آخرین کے الفاظ سے موسوم کر کے بتایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی ایک بعثت آخری زمانہ میں بھی مقدر ہے۔ اور اس آخری گروہ کے بارے میں بخاری شریف کی حدیث کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے بتایا کہ یہ گروہ میرے

اُس بروز کے ساتھی ہیں جو نسل فارس میں سے اس وقت ظہور کرے گا۔جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا۔اور وہ اس کو واپس لائے گا۔اور اُس کے ذریعہ ایمان کی واپسی کی علامت وہ نیک وجود ہوں گے جو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بروز میں آپ کی قوتِ قدسیہ سے پیدا ہونے والے انفاس سے مستفیض ہو کر مخالفوں کی آندھیاں اور شرارتوں کے طوفانوں کے مقابلہ میں صبر واستقامت کے وہ جوہر دکھانے والے ہوں گے کہ ایک ایک جست ہیں وہ مقامات طے کر جائیں گے جن کے لئے اولیا اور اصفیا نے سالوں سال ریاضتیں کی ہوں گی۔اس لئے اس گروہ کے ذکر کے ساتھ فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

چنانچہ اس فضل عظیم کی سند حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے ایک فدائی صاحب کو یوں عطا فرمائی۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ٭ ایں بیاباں کرد طے ازیک قدم

یہ شیخ عجم ہمارے حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوا ہیں۔محض حضرت اقدس پر ایمان لانے کے جرم میں آپ کو سنگساری کی سزا کا حکم سنایا گیا۔دشمن کو یقین تھا کہ اب اس کے صبر کا پیمانہ چھلکے اور پھر چھلکے اور اس کا پائے استقامت اب ضرور لڑکھڑائے گا۔لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے سنگساری کی سزا کا سن کر جواباً قرآن مجید کی یہ دُعا پڑھی۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

ناک چھید کر اس میں رسی ڈال کر اُن کو میدانِ سنگساری میں لے جایا گیا۔وہاں بادشاہ وقت بھی موجود تھا۔اس نے پھر اپنے زعم میں آپ سے توبہ کرنے کو کہا۔آپ نے پھر جواب میں قرآنی دُعا پڑھی

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

اور اس طرح پتھروں کی بارش میں صبر واستقامت کے اس پیکر نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔

آپ نے خود قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں آنے سے قبل اپنے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو بھیجا تھا۔انہوں نے بیعت کر لی اور وطن اور قادیان آتے جاتے رہے۔حضرت صاحبزادہ صاحب کی زندگی میں ہی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب گرفتار ہو گئے اور بادشاہِ وقت کے حکم سے دَم بند کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔

مبارک ہیں دونوں، استاد اور شاگرد کہ اُن کی شہادت اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے ہی مقبول ہو چکی تھی۔ کیونکہ تقریباً بیس سال قبل حضرت اقدس کو الہام ہُوا تھا۔ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلٌّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ یعنی دو بکری صفت معصوم قتل کئے جائیں گے اور ایک بڑی تباہی آئے گی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد کابل میں سخت ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے اہل خاندان بھی آپ کے صبر و استقامت کے راستے پر گامزن رہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت شاہ جہاں بیگم کو بھی جب خاوند کے عقائد سے پھر جانے کو کہا گیا تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ کو اپنا مرنا اور اپنے بچّوں کا مارا جانا قبول، لیکن میں حق اور صداقت کو نہیں چھوڑ سکتی۔ قریباً بیس سال اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے رہنے کے بعد کبھی قید و بند کبھی آزاد لیکن پھر بھی پولیس کی زیرِ نگرانی مصیبت کے دن گزار کر آخر یہ کُنبہ موجودہ پاکستان میں بنوں کے علاقہ میں آگیا جہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خاندانی زرعی املاک تھیں۔ لیکن آنے سے قبل ان کے دو صاحبزادے حضرت میاں محمد سعید جان اور حضرت میاں محمد عمر جان افغان حکومت اور مخالف عوام کے ہاتھوں مالا یطاق صعوبتیں اُٹھا کر اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ اور اس طرح ان کی والدہ نے اپنا کہا پورا کر دکھایا۔ اپنے دو صاحبزادوں کی شہادت بھی دیکھی اور صبر کیا۔

خود اپنے ملک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو وہ جاں نثار عطا فرمائے جنہوں نے دین حق کی خاطر ہر قسم کی تکالیف اٹھائیں لیکن شکوہ اور شکایت کا ایک حرف نوکِ زبان پر نہ آیا۔ کیونکہ ان کا آقا ان کو یہی تعلیم دے رہا تھا۔ حضرت اقدس کے ایک نومسلم ساتھی حضرت عبدالرحمٰن سابق مہرسنگھ کو حضرت بابا نانک کے مسلمان ہونے کے بارے میں پمفلٹ لکھنے پر سکھوں نے حکومت کے ذریعہ قید کی سزا دلوائی آپ کو ہتھکڑی بھی لگائی گئی۔ آپ نے اس کو سب کے سامنے چوما۔ جو آپ کے آقا نے فرمایا تھا سچ کر دکھایا۔

گر قضا را عاشقے گردد اسیر ؛ بوسد آں زنجیر را کز آشنا

جب اغیار حضرت اقدس پر ایمان لانے والوں کو تنگ کرتے اور بعض کے حالات ناگفتہ بہ ہو جاتے تو حضور ان کو یہی فرماتے اچھا تو پھر میرے پاس قادیان آجاؤ۔ لیکن یہاں بھی مخالفین کی طرف سے جو خود حضور کے اپنے رشتہ دار تھے کب چین نصیب تھا۔ جہاں وہ آپ کو تکلیف پہنچانے اور آپ کی راہ میں مشکلات پیدا کرنے سے باز نہ آتے تھے وہاں حضور کے ان اصحاب کو جو اصحاب صفہ کی طرح آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے بدرجہ اولیٰ تکالیف پہنچا کر ایک گونہ خوشی حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ یہاں تک ستایا جاتا کہ اُن میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا اور ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس کو مجبور کیا جاتا کہ خود اپنے ہاتھ سے گند کو اُٹھا کر کہیں اور پھینکیں۔ ایسی ہی کراہت والی وارداتیں قادیان سے باہر کی جاتی تھیں۔ اور شہروں میں تو بعض اوقات خاکروب اور جمعداروں کو احمدی

احباب کے گھروں سے گند اٹھانے سے بھی منع کیا جاتا۔ عاجز کے دادا حضرت مولوی محمود حسن خانصاحب جب ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر کے پٹیالہ واپس آئے جہاں وہ دہلی سے آ کر محکمۂ تعلیم میں مدرس ہو گئے تھے تو اہل محلہ نے خاکروب کو اُن کے گھر آنے سے روک دیا۔ کئی دن کے بعد انہوں نے خود اپنے گھر کو گند سے صاف کیا۔ اور جب اہلِ محلہ نے دیکھا کہ یہ تو ایمان کے مقابلہ میں اس تکلیف کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں تو آخر خود ہی اپنے کیے پر نادم ہوئے۔

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی ایک جلیل القدر ساتھی تھے۔ احمدی ہونے سے قبل اپنے تبحر علمی کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ ایک روز حضرت اقدس کے ساتھ سیالکوٹ میں کہیں جا رہے تھے کہ ایک مخالف بڑھیا نے اپنے گھر کی کھڑکی سے خاک حضور پر پھینکی۔ حضور تو بچ گئے لیکن وہ تمام خاک حضرت مولانا برہان الدین کے سر پر پڑی۔ فرمانے لگے "پا او مائی پا"۔ حضرت اقدس نے سچ فرمایا ہے ؎

در کوئے دلستانم چوں خاک کوشب و روز ؛ دیگر نشاں چہ باشد اقبال و جاہِ مارا

انہی بزرگ حضرت برہان الدین کو ایک بار مخالفین نے پکڑ لیا اور منہ میں گوبر ٹھونسا۔ کس بشاشت سے فرمایا۔ " اوئے برہانیا ایہہ نعمتاں کتھوں "

جہاں جہاں مخالفین کا بس چلتا حضرت اقدس اور آپ کے رفقاء کو تکلیف پہنچانے سے نہ چوکتے۔ ادرحمہ کے ایک صحابی کو حضرت مولانا اسماعیل ہلال پوری صاحب اپنے ساتھ اپنے گاؤں لائے۔ رات کے وقت ان کو مسجد میں سلا کر خود گھر چلے گئے۔ ان کو یوں اکیلا سوتے ہوئے بے بس دیکھ کر مخالفین نے اٹھا کر کانٹوں کی چوڑی سی باڑ کے اوپر پھینک دیا۔ اب یہ بیچارے اُٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ اٹھتے تو کانٹے اور چبھتے۔ آخر صبح کو کسی نے ان کو اس مصیبت سے نجات دلائی۔ ظالموں کو یہ شرم بھی نہ آئی کہ نو وارد ان کے گاؤں میں مہمان آیا تھا۔

جسمانی تکالیف کے ساتھ ساتھ ذہنی کوفت اور مالی نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔ کمزور نادار لوگوں کو زدوکوب کرنا۔ کھڑی فصلوں کو خراب کرنا۔ جھوٹے مقدمات میں پھنسانا معمول کی باتیں تھیں۔ ایک پرانے بزرگ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا گاؤں میں بائیکاٹ کیا گیا ہر طرح تکالیف پہنچائی گئیں۔ گھر میں نقب لگوائی گئی بغرض تیرہ سال انہی مشکلات میں انہوں نے صبر و شکر سے گزار دیئے۔ لیکن اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔ ملازم پیشہ حضرات کو ملازمت سے برخاست کرنے یا کروانے سے بھی باک نہ تھا۔ اور نہیں تو تبادلوں کے چکروں میں پھنسائے رکھ کر چین سے نہ بیٹھنے دیتے۔ لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر عاجز کے دادا کے ہندو افسران اتنے مخالف ہوئے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے آئے دن اُن کے تبادلے دُور افتادہ دیہات میں کرتے رہتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ایک گاؤں کی طرف جہاں حضرت دادا صاحب تعینات تھے وزیرِ اعظم

پٹیالہ گرددت سنگھ شکار پر گئے۔ ساتھ سکول کے معائنہ کا بھی پروگرام بنایا۔ محکمہ کے افسران بھی وہاں پہنچے۔ وزیر اعظم حضرت دادا صاحب کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔ ہندو افسران پر ناراض بھی کہ یہ شہری زندگی کے عادی دہلی کے رہنے والے۔ ان کو یہاں جنگل میں کیوں پھینکا ہوا ہے۔ وہ کسی زمانہ میں دادا صاحب کے شاگرد رہے تھے۔ اپنے وہاں ہوتے ہوئے دادا صاحب کو واپس پٹیالہ بھجوانے کا انتظام کیا۔ واپس آکر ترقی بھی کی اور ہوتے ہوتے آخر مہندر کالج پٹیالہ میں فارسی کا استاد مقرر کر دیا کیونکہ آپ فارسی کے اچھے عالم تھے۔

یہ تکالیف صرف معمولی لوگوں کے ہاتھوں نہیں پہنچی تھیں بلکہ صاحبان اقتدار بھی اپنے فرضِ منصبی یعنی عدل کو بھلا بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ بسمل صاحب عربی فارسی کے جیّد عالم تھے اور شیعہ علماء میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کے شعر سنکر ملک الشعرائے ایران آقائے بہار نے کہا تھا "من بہتر ازیں نتوانستم گفت" آپ دربارِ رامپور سے منسلک تھے۔ جب حضرت اقدس پر ایمان لے آئے تو نواب رامپور حامد علی خان آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔ دربار میں آنے کا حکم بھی دیتے اور بھرے دربار میں آپ کو ذلیل کرتے، بُرا بھلا کہتے، تمسخر اڑاتے، حضرت اقدس پر ناروا حملے کرتے۔ دربار میں حاضری برقرار لیکن وظیفہ اور تنخواہ موقوف۔ عجیب انصاف تھا۔ مزید برآں حضرت مولانا بسمل کی خانگی زندگی کو بھی ناقابلِ برداشت صدمے پہنچائے کہ غیر احمدی شریفوں کا خون بھی کھول اُٹھا اور خدا ترس دل بے تاب ہوگئے۔ ملک کی ایک نامور شخصیت اور اردو کے مشہور ادیب عبدالحلیم شرر نے دو ناول انہی حالات کی منظرکشی میں لکھے جو حضرت مولانا بسمل پر بیتے جاننے والے جانتے ہیں کہ "دربارِ رامپور" اور "حسن کے ڈاکو" ناولوں کا مظلوم ہیرو حضرت مولانا بسمل ہی تھے۔

"حسن کے ڈاکو" ناول میں تو شرر نے حضرت اقدس کے ایک اور جلیل القدر صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کی وہ تمام تقریر اُن کے اپنے نام کے ساتھ قلم بند کر دی جس میں انہوں نے برسر دربار نواب رام پور کو سرزنش کی تھی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب وہاں ریذیڈنٹ کے ذاتی معالج ہوکر گئے تھے۔ نواب صاحب بھی طبی مشوروں کے لئے ان کو بلاتے تھے۔ ایسی صورت میں نواب صاحب کو وہ سب کچھ سننا پڑا جو اس مردِ حق پرست نے سنایا۔ اور شرر نے نواب صاحب کے مظالم اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے کڑوے گھونٹ اردو ادب میں عبرت کے لئے محفوظ کر دیئے۔

بعض اوقات والدین بھی مخالفین کے ساتھ مل کر اپنے جگر پاروں کے دشمن ہوجاتے۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی (سابق ہریش چندر) کے والد نے تو صاف کہدیا کہ اگر اسلام اور مرزا صاحب کو نہیں چھوڑو گے تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ چھوٹے بھائی والد کی شہ پر ہاتھوں، لکڑیوں اور کلہاڑیوں سے آپ کو مارتے۔ سینے پر چڑھ کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب کچھ آپ نے صبر و استقامت سے برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے طالب رہے۔

صبر اور استقامت کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کے ساتھ قائم رہنا ہے۔ حضرت اقدس کے عہد مبارک میں بھی کئی مواقع ایسے آئے کہ اپنے اور بیگانے حضور کی پیشگوئیوں کو جس طرح پورا ہونے کا خیال کرتے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت وہ اس طرح پوری ہوتی نہ دکھائی دیتیں۔ اور ایسا انبیائے ماسبق کے ساتھ بھی ہوتا آیا ہے۔ بشیرِ اوّل کی وفات۔ پیشگوئی دربارہ خاندان مرزا احمد بیگ اور آتھم کی موت وغیرہ ایسے ابتلا تھے کہ ملک میں ان پیشگوئیوں کے بارے میں ایک طوفانِ مخالفت اٹھا لیکن باایں ہمہ وہ لوگ جو حضرت اقدس کے قدموں سے وابستہ تھے ایمان اور استقامت پر قائم رہے حالانکہ ہر وقت طعن و تشنیع ہوتی رہتی۔ لیکن ان کا اپنے مولا اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل تھا کہ وہی جانتا ہے کہ اس کا کیا کب اور کس طرح پورا ہوگا۔ پس ابتلاؤں کا آنا انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ ابتدائے آفرینش سے ہوتا آیا ہے۔ یہ ابتلائیں بیرونی مخالفتوں اور اندرونی آزمائشوں سے بھی آتی ہیں مثلاً الٰہی وعدوں میں انسانی ناسمجھی کی وجہ سے تاخیر کا دکھائی دینا وغیرہ۔ مرحبا اور آفرین صد آفرین کہ جن بزرگ ہستیوں نے حضرت اقدس کے ساتھ عہد باندھا اس کو تمام آزمائشوں اور مشکلات میں کماحقہ نبھایا۔ اور جس طرح ان کے آقا حضرت اقدس نے ان کو تعلیم دی اس پر عمل پیرا رہے۔ اس طرح آپ کے صحابہ کی جماعت آنے والوں کے لئے روشن ستاروں کے مانند ہوگئی کہ وہ ان کی چمکتی ہوئی مثالوں سے سبق لیں اور اپنے آقا کی توقعات پر پورا اُترنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ حضرت اقدس اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:۔

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اُس سُنّت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سُننی پڑیں گی اور جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ وہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ تم اس وقت سُن رکھو تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابلہ میں تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابلہ میں گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہ اختیار کی تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے لئے دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور ایک خدا کی۔"

تاجِ امامت

مکرم منظور احمد صاحب — زعیم اعلیٰ ڈرگ روڈ کراچی

یوں تو ہر احمدی خلیفۂ وقت سے محبت کرتا اور اللہ تعالیٰ سے اُن کی صحت و سلامتی، فعال اور لمبی عمر کے لئے دُعائیں کرتا رہتا ہے لیکن اس خبر نے کہ قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ دُنیائے احمدیت میں غم کی ایک لہر دوڑا دی۔ کراچی کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک فعال جماعت ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی تمام مساجد و مراکز نماز میں نمازِ تہجد با جماعت کا انتظام ہوگیا اور درجنوں مراکز اطلاعات مقرر ہوگئے تا احباب کو اپنے عزیز از جان آقا کی صحت کے سلسلہ میں تازہ ترین صورتِ حال کا علم ہوتا رہے۔ ہر احمدی سراپا دعا ہوکر رہ گیا تھا اور وہ جماعت جس کی تربیت اس رنگ میں ہوئی تھی کہ "ہمیشہ مسکراتے رہو" اس عزم کے باوجود مجسّم غم ہوکر رہ گئی تھی۔ حیّ و قیوم خدا کے ہاں گریہ وزاری کا سلسلہ جاری تھا اور خوشکن خبریں ملنی شروع ہوگئی تھیں۔ ان خبروں سے پژمردہ چہروں پر پھر سے ہلکی ہلکی مسکراہٹ آنے لگ گئی تھی۔ کیا معلوم تھا یہ خوشی کی گھڑیاں عارضی ثابت ہوں گی۔ رات پونے دو بجے دروازے پر دستک اور پھر اس خبر نے کہ ہمارے محبوب آقا انتقال فرما گئے ہیں بجلی ہی تو گرا دی۔ میری اہلیہ جو کہ جاگ گئی تھیں، نے پوچھا کیا بات ہے؟ لیکن زبان یہ الفاظ دہرانے کے لئے تیار ہی نہ تھی، لیکن آخر کب تک۔ خاکسار نے احبابِ حلقہ کو فوری اطلاع کرائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کا ہال بھر گیا۔ اس عاجز نے احباب کو صبر کے ساتھ دُعائیں جاری رکھنے کی گذارش کی کہ وہ قادر و توانا خدا جماعت کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے اور ہمیں قدرتِ ثانیہ کا چوتھا مظہر عنایت فرمائے اور ہم سب کو ان کی کماحقہٗ اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ مختصر سے خطاب کے بعد خاکسار نے نمازِ تہجد پڑھائی اور حضور کے بلندیٔ درجات اور جماعت کو ایک بار پھر ایک ہاتھ پہ اکٹھا کرنے کی دعا کی توفیق پائی۔

دل چاہتا تھا جس قدر جلد ممکن ہو مرکز پہنچیں اور ہر شخص یہی چاہتا تھا۔ سینکڑوں احمدی جنہیں ہوائی جہاز سے سیٹ نہ مل سکی اسٹیشن کی طرف چل پڑے اور صفِ اوّل کے وہ انصار جو عام حالات میں بغیر بکنگ کے اتنا لمبا سفر کبھی بھی نہ کرتے وہ بھی اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے۔ انہوں نے یہ سفر کیسے کیا ہوگا۔ سفر تو ویسے ہی باعثِ تکلیف ہوتا ہے اور پھر جب انسان پہلے ہی سے زخم خوردہ ہو۔

ربوہ پہنچے۔ ہر جگہ آدمی ہی آدمی۔ جلسہ سالانہ کا سا سماں تھا۔ ٹھیک دارالضیافت کے سامنے ایک لمبی قطار مسجد مبارک

تک دیکھی۔ معلوم ہوا ابراہیمی طیور اپنے آقا کا آخری دیدار کرنے کے لئے کھڑے ہیں۔ قطار میں کھڑے ہوگئے۔ قطار میں بچے بھی تھے اور چھڑی کے سہارے چلنے والے بزرگ بھی۔ قطار کیا تھی صبر، نظم وضبط اور دعاؤں کا ملا جلا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ میں سوچ رہا تھا زندگی میں درجنوں ملاقاتیں کیں، جماعت کے ساتھ بھی، علیحدگی میں بھی لیکن اُس چاند سے مکھڑے کو احترام اور رعب خلافت کی وجہ سے کبھی بھی جی بھر کر نہ دیکھ سکا۔ کیا آج واقعی آخری زیارت ہوگی اور پھر میں کبھی بھی انہیں نہ دیکھ سکوں گا۔ اور مسکراتے چہرہ سے ہمیشہ ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں سبقت لے جانے والا آج .... اور پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ دل ڈوبتا محسوس ہونے لگا۔ آنکھیں بہنے لگیں اور زیرِ لب دعاؤں کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہوگیا۔ وہ قدم جو ملاقات کے شوق میں قصرِ خلافت کی طرف خود بخود اُٹھتے جاتے تھے آج منوں بھاری تھے۔ اور پھر وہ گھڑی بھی آگئی۔ آج میرا چاند سو رہا تھا، گہری نیند وہ جو ہمارے لئے اَن گنت راتیں نہ سویا تھا۔ احباب دُعائیں کرتے ہوئے اس طرح گزر رہے تھے جیسے زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں تو ہمارے لئے ہمیشہ ہی جاگا ہماری ذرا سی تکلیف سے تو تڑپ جایا کرتا تھا۔ آج جب تو سو رہا ہے ہم زمین پر پاؤں بھی آہستہ رکھ رہے ہیں تاکہ تو سوئے اور تیری نیند میں خلل واقع نہ ہو۔

قصرِ خلافت اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے درمیان وسیع وعریض میدان میں غلامانِ احمد کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ ہر آنکھ مسجد مبارک کی طرف دیکھ رہی ہے اور ہر کان اللہ تعالیٰ کی آواز سُننے کے لئے بے چین دلوں کی کیفیت تو بیان ہی نہیں کی جا سکتی اور پھر وہ مبارک گھڑی آن پہنچی اور مومنین نے یہ مژدہ جانفزا سُنا کہ مجلس انتخاب نے متفقہ طور پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو مظہر رابع چُنا ہے اور تمام اراکین نے بیعت کر لی ہے۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔ کاش میں بچہ ہوتا یا خدام کی عمر میں ہی ہوتا اور جذبات کے اظہار کیلئے خوب اُچھلتا کودتا اور نہ جانے میرے جیسے اور کتنے ہی جھجکتے رہ گئے۔

بیعت کیا تھی؟ گریہ وزاری اور سسکیوں میں ڈوبی ہوئی دُعائیں تھیں۔ اپنے پیارے رب سے عہد و پیمان تھے۔ وفا کے عہد، اطاعت کے عہد، توبہ و استغفار کے عہد، برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کو اپنانے کے عہد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عہد نبھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بیعت کے بعد ایک عجیب ایمان افروز نظارہ دیکھنے میں آیا۔ لوگ باہر نکل کر چل چکے تھے اور کچھ لوگ سڑک پر آ چکے تھے۔ اس دوران حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز سُنائی دی۔ حضور فرما رہے تھے احباب بیٹھ جائیں۔ پھر حضور نے فرمایا جن کانوں تک میری آواز پہنچ رہی ہے بیٹھ جائیں۔ پس پھر کیا تھا اطاعت کے یہ پُتلے جن کی تربیت ہی یہ ہوئی تھی سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ مسجد کے سامنے پانی گرا ہوا تھا جو لوگ وہاں تھے وہیں بیٹھ گئے اور اس وقت تک بیٹھے رہے جب تک دوبارہ اعلان نہیں ہوا۔

نماز جنازہ کے انتظار اور پھر تدفین کے مراحل کے دوران احباب نے جس طرح نظم و ضبط اور شدید گرمی میں صبر کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ تدفین کے بعد جب میرے آقا کی کار گزرنے والی تھی سینکڑوں احباب سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ میں سوچ رہا تھا یہ وہی تو میاں طاہر احمد ہیں جو کل تک اپنی سائیکل پر احمد نگر اور سارا ربوہ گھوم آیا کرتے تھے ٹھیک ہے لوگ احترام بھی کرتے تھے مصافحہ بھی کرتے تھے اور دُعا کے لئے درخواست بھی کرتے تھے لیکن ایسا مجنونانہ شوق تو نہ تھا اور پھر خود ہی جواب بھی مل گیا۔ یہ وہ میاں طاہر احمد ہونے کے باوجود وہ نہیں رہے۔ آج ان کے سَر پر تاجِ امامت ہے اور جیسا کہ خود حضور پُرنُور نے دوسرے دِن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا۔ کل مجھے ایسا لگا جیسے میں مَر گیا ہوں۔ اور ایک نئے وجود نے جنم لیا ہے۔ مَیں نے دیکھا خاندان حضرت اقدس کے بزرگ اور بعض دیگر سرکردہ احمدی احباب پیدل جارہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا آج دُنیائے احمدیت کی لاکھوں کاریں میرے طاہر کے سائیکل کے سامنے سرنگوں ہیں۔ آخر یہ سب آنِ واحد میں کیوں اور کیسے ہو گیا اس لئے کہ آج اس بابرکت وجود کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ خلافت پہنائی اور سر پر تاجِ امامت رکھا ہے۔

مَیں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہر چہرہ ایک بار پھر کھِل اُٹھا ہے۔ ہر طرف امامتِ رابعہ مبارک کی آوازیں اور محبت بھرے معانقوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

اے ہمارے ربّ! ہمیں جانے والے کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُس کے شروع کئے ہوئے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرما اور اے ہمارے رَبّ! ہمیں آنے والے کے ساتھ عہدِ وفا و اطاعت نبھانے کی توفیق عطا فرما کہ تو ہی ہمارا سہارا ہے آمین ‎۔

۱۶؍ مئی ۱۹۰۲ء کو مکرم مولوی نظیر حسین صاحب سخاؔ دہلوی کو مامور زمانہ نے نصیحتاً بالالفاظ ذیل دُعا کرنے کی تاکید کی :-

"اے خدا تعالیٰ قادر ذوالجلال!
مَیں گناہ گار ہوں اور اس قدر گناہ کی زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضورِ نماز حاصل نہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر۔ اور میرے دل کو نرم کر دے۔ اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تاکہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دُور ہو کر حضورِ نماز میسر آوے۔"

(فتاویٰ حضرت اقدس صہ ۳۶ بحوالہ ادعیۃ حضرت اقدس صہ ۲۸)

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم

مکرم سیّد سجّاد احمد صاحب۔ ربوہ

قرآن کریم کی ابتدائی وحی میں قلم کے ذریعہ اشاعتِ علم کا ذکر ہے۔ اس وحی کی وہ آیات جن میں اسلام کا یہ پہلا پیغام جو اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ اہلِ دُنیا کے نام آسمان سے اُتارا یہ ہیں:-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق آیت ۲ تا ۶)

اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھ جس نے (سب اشیاء کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ (پھر ہم کہتے ہیں کہ قرآن کو) پڑھ کر سُناتا رہ۔ کیونکہ تیرا ربّ بڑا کریم ہے۔ وہ ربّ جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ اس نے انسان کو (وہ کچھ) سکھایا ہے۔ جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ ایک ایسا دین اتارا جو علمی اعجاز کا حامل اور تعلیم بالقلم سے نسبتِ خاص رکھتا ہے۔

اسلام کا دَورِ اوّل اِقْرَاْ کے لفظ کے تحت آتا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے، اپنے ربّ کا نام لے کر اُسے پڑھ۔
جب حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنی وحی لے کر آئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہا اِقْرَاْ کہ جو کچھ مَیں کہتا جاؤں اُسے دہراتے جائیے۔

اس دَور میں کاغذ اور پریس کی ایجاد۔ نشر و اشاعت کی بسُرعت ترقی اور طباعت کے نت نئے اہتمام نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ افکار و خیالات اور درس و تدریس کا سب سے کارگر اور

اور مؤثر ذریعہ قلم ہے۔ حق و صداقت اور اصلاح و ارشاد کا سب سے بڑا وسیلہ بھی قلم ہی ہے۔ نطق۔ زبان و بیان اور گفت گو کے مقابل قلم کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ اس کا دائرہ اثر وسیع اور دیرپا ہوتا ہے۔ تقریری گفتگو، تحریر اور انشاء و املاء کے مقابلہ میں جلد طاقِ نسیان ہو کر ذہنوں سے محو ہو جاتی ہے۔ لیکن قلم کے ذریعہ محفوظ ہو کر وسعت اور دوام کا موجب ہو جاتی ہے۔ "پتھر پر لکیر" کا محاورہ بہت حد تک قلم کے لکھے پر صادق آتا ہے۔
پس تعلیم و تدریس کا سب سے اعلیٰ و اصفیٰ اور مؤثر طریق قلم ہے۔ یعنی تحریری اندازِ تعلیم و تربیت جس میں بے پناہ وسعت اور ہمہ گیر گہرائی پائی جاتی ہے۔

اس زمانہ میں حضرت سلطان القلم کو اعجازِ قلم کا جو حتم بالشان نشان خدا کی طرف سے عطا کیا گیا وہ اَلَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اور عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ کی ذیل میں آتا ہے۔ کَمَا قَالَ :۔

۔ "اور وہ معارف تجھے سکھائے۔ جن کا تجھے علم نہ تھا" ———— (تذکرہ)

۔ "آسمان سے بہت دودھ اُترا ہے۔ یعنی معارف و حقائق کا دودھ" (تذکرہ)

۔ "اللہ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم۔ اور میرے قلم کو ذوالفقار علیؓ فرمایا" (تذکرہ صلـ۴۲)

۔ "اس نے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور اسلام کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ دکھاؤں" (ملفوظات جلد اوّل صلـ۶)

۔ "........ معجزہ کے طور پہ خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشا پردازی کی ہمیں توفیق ملی ہے" (نزول المسیح صلـ۶)

۔ "اب قلمی لڑائیوں کا وقت ہے .... اس لئے بجائے لوہے کی تلوار کے لوہے کی قلمیں ہمیں ملی ہیں" (چشمۂ معرفت صلـ۸۵)

۔ "ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا ہے" (فتح اسلام صلـ۱۲)

۔ "میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشا پردازی کے تحت اپنی نسبت دیکھتا ہوں ...." (نزول المسیح صلـ۵۶)

قلمی تائید سے متعلق ایک اور ارشاد از حضرت اقدس :۔

" اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ بھی نکال کر ہمیں دے دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور دعائیں نیازمندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان ہوجائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ

خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہم ہر ایک شے سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں، سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔" (ملفوظات جلد دوم ص)

ان بیش قیمت ارشادات کی موجودگی میں ہماری جماعت کے اہلِ علم و قلم اصحاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دور کے مناسبِ حال ذریعہ قلمی مساعی کو بروئے کار لائیں اور حضرت سلطان القلم کی جماعت کی نسبت سے تعلیم بالقلم کو اپناتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اس طرف توجہ کریں۔ اس سلسلہ میں اوّلین قدم ٹھوس دینی اور علمی معلومات کا حصول ہے۔ اسلام قرآن کریم۔ احادیث۔ سیرت رسول۔ سیرت صحابہؓ۔ سیرت بزرگانِ عظام پر غور کیا جائے۔ مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کا تجزیہ کیا جائے۔ حضرت اقدس اور قدرتِ ثانیہ کے چاروں مظاہر کی تحریرات و تقاریر علمی و روحانی لحاظ سے راہ نما ہیں۔ ان سے اکتساب کیا جائے۔ دینی معلومات کے حصول اور روحانی پاکیزگی کے لئے صحبتِ صالحین مجرّب نسخہ ہے۔ غور و فکر اور تدبّر کی عادت ذہن کو جلا بخشتی اور علم و حکمت کے نئے دروازے کھولتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر دُعا ہے کہ جس کے بغیر انسان کچھ بھی تو نہیں ہے۔ وَمَا توفیقنا الّا باللّٰہِ العلی العظیم ؞

دینی معلومات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پانچ نام ہیں:۔

محمّد ۔ احمدؐ ۔ ماحی ۔ الحاشر ۔ العاقب

محمّدؐ کے معنی جس کی بہت تعریف کی جائے۔ احمدؐ کے معنی اپنے ربّ کی انتہائی تعریف کرنیوالا۔

ماحی جس کے ذریعہ کُفر مٹے گا۔ الحاشر جس کے ذریعہ یا نقش قدم پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ العاقب بھلائی میں پہلوں کے جانشین۔

آنریبل شیخ کے امری عبیدی

تنزانیہ مشرقی افریقہ

(۱۹۲۴ء ــــ ۱۹۶۴ء)

از محترم ناصر احمد صاحب سابق مبلغ سیرالیون

آنریبل شیخ کے امری عبیدی صاحب سے میری پہلی ملاقات اکتوبر ۱۹۵۳ء میں جامعۃ المبشرین ربوہ کے ہوسٹل میں ہوئی۔ ان دنوں میں ٹی آئی کالج ربوہ میں تھرڈ ائیر ایف۔ اے کا سٹوڈنٹ تھا۔

آپ دو سال ربوہ میں زیر تعلیم رہے۔ اس عرصہ میں جب کبھی میں آپ سے ملنے کے لئے ہوسٹل جاتا تو آپ کو مطالعہ میں محو پاتا۔ آپ کو کتابوں سے محبت تھی اور مطالعہ سے لگن تھی۔

ان دنوں جامعہ احمدیہ کے طلباء کو بجلی اور پانی کی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ آپ مٹی کے تیل کے چولہے پر چائے تیار کرتے اور گلاسوں میں ڈال کر اپنے مہمانوں یا ملنے والوں کو نہایت محبت اور اخلاص سے پیش کرتے۔ چائے نوشی کے دوران آپ لطائف بھی سناتے اور گفتگو اس انداز سے کرتے کہ آپ کی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جاتا۔ آپ فصیح اللسان اور سحر البیان تھے۔ مدلل گفتگو کرتے۔ آپ سواحیلی زبان کے طبع زاد شاعر بھی تھے۔ تحصیل علم کا بہت زیادہ شوق تھا۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نہایت سادہ مگر انتہائی نفاست پسند تھے۔ نہایت ذہین و فہیم، متقی، پرہیزگار، دعاگو اور عبادت گزار بندے تھے۔ آپ کے قول اور فعل میں تضاد نظر نہ آتا تھا۔ شاید ہی کبھی تہجد کی نماز قضا کی ہو۔ پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرتے اور دوسروں کو تلقین بھی کرتے رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اچھا حافظہ دے رکھا تھا۔ آپ اپنے روزمرہ کے اسباق زبانی یاد کر لیا کرتے تھے۔ جب کبھی میں آپ کے پاس ملاقات کے لئے جاتا تو اپنے حافظہ کا ٹسٹ (TEST) لینے کی خاطر مجھے ارشاد فرماتے کہ ذرا یہ کتاب پکڑو اور مجھ سے یہ سبق سنو۔ چنانچہ لفظ بلفظ سب زبانی سنا دیتے۔

۱۹۵۶ء میں تنزانیہ واپس جا کر آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید زبانی حفظ کیا اور مجھے خط میں لکھا کہ حفظ قرآن مجید کا مقرر کردہ ۵۰۰/- روپے کا انعام انہوں نے خدا کے فضل سے جیت لیا ہے الحمد للہ۔

۱۹۵۷ء میں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ امری عبیدی صاحب سول جج (JUDGE) کے مخصوص

لباس میں ملبوس ہوکر مجھے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے خواب سنائی تو آپ فرمانے لگے۔ دعا کریں۔ دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔

آپ کو مجھ پر اس قدر اعتبار تھا کہ بسا اوقات اپنی نجی اور گھریلو باتیں بھی مجھ سے کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی پہلی بیوی کو اختلافِ طبائع کی بناء پر طلاق دے دی تھی۔ دوسری شادی کے لئے دعاؤں اور استخارہ کے لئے کہتے رہتے تھے۔ اس ضمن میں ہم دونوں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کے گھر ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر میں نے آپ کی ایک پیاری سی تصویر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کے ساتھ اتاری جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

پیدائش

جھیل ٹانگانیکا کے ساحل پر ایک خوبصورت چھوٹے سے گاؤں UJIJI میں آپ ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔

یہ گاؤں بہت ہی خوبصورت پام درختوں (PALM TREE) سے گھرا ہوا ہے۔ آپ کے والد کا نام ABEDI BIN KALUTA اور والدہ کا نام JOHA تھا۔ آپ کی پیدائش پر والدہ نے آپ کا نام AMRI رکھا جو بعد میں KALUTA AMRI ABEDI مشہور ہوگیا۔

آپ کی ایک بہن تھیں جو آپ سے عمر میں بڑی تھیں اور آپ ہی کی طرح نہایت ذہین و فہیم تھیں۔ ان کا نام MATALA تھا۔

بچپن اور ابتدائی دینی تعلیم

۱۹۳۰ء میں جب آپ چھ برس کے تھے آپ کو آپ کی والدہ نے ایک لوکل معلم FADHLI MBILA کے مدرسہ میں داخل کروا دیا۔ جہاں آپ نے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۳۷ء میں جب آپ تیرہ برس کے تھے آپ کو مزید تعلیم کے لئے ٹبورا جو آپ کے آبائی گاؤں سے ۲۰۰ میل کی مسافت پر واقع ہے بھجوایا گیا۔

ان دنوں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ٹبورا مشن کے انچارج تھے اور ٹبورا کے سیکنڈری سکول میں تقاریر کرنے جایا کرتے تھے۔ وہاں آپ کی جان پہچان مکرم شیخ صاحب سے ہوگئی۔ چنانچہ طالب علمی کے ایام میں ہی آپ نے بیعت کرلی۔ آپ شیخ مبارک احمد صاحب کے بہت قریب رہے۔ انہی دنوں آپ

اخبار احمدیہ MAPENZI YA MUNGU کی اشاعت میں مدد کرتے تھے۔ علاوہ ازیں پمفلٹس کی اشاعت اور بعد میں ترجمہ قرآن سواحیلی میں آپ نے مکرم شیخ صاحب کی ہدایات کے مطابق آپ کا ہاتھ بٹایا۔

ٹبورا میں تعلیم کے حصول کے بعد آپ کو پوسٹ آفس میں ملازمت مل گئی۔ مگر بعد میں آپ نے بصد شوق معمولی گزارہ پر مشن کی ملازمت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصانہ خدمات قبول فرمائیں۔ آپ نے زندگی وقف کر دی اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی سفارش پر آپ کو مزید دینی تعلیم کے حصول کے لئے ستمبر ۱۹۵۳ء جامعۃ المبشرین ربوہ میں داخلہ مل گیا۔ چنانچہ آپ دو سال کے لئے ربوہ تشریف لے آئے۔

جنوری ۱۹۵۶ء میں آپ کامیاب و کامران واپس تنزانیہ گئے اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی ہدایت پر دوبارہ مشن کا کام شروع کر دیا۔ اور بطور مبلغ کسموں میں کام کرتے رہے۔ ربوہ کی تعلیم کے نتیجہ میں آپ کو مرکزی مبلغ کے طور پر متعین کیا گیا۔ آپ کسموں اور اس کے ارد گرد دیہات میں فریضہ تبلیغ سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ ایک مرتبہ ایک افریقن نے آپ کو گالیاں دیں اور جسمانی اذیت بھی پہنچائی۔ کچھ عرصہ بعد وہ افریقن آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گیا تو اسے اپنے فعل پر ندامت ہوئی چنانچہ وہ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کے پاس اظہار ندامت کے لئے گیا اور وہاں جا کر اس نے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔

اس طرح کئی اور ایمان افروز واقعات ہیں جو طوالت کے خوف سے یہاں ضبطِ تحریر میں نہیں لائے گئے۔

آپ اکثر رات گئے تک کام میں مصروف رہتے۔ سلسلہ کے کام کی آپ کو ایک لگن تھی۔ آپ ایک اچھے مقرر۔ ایک اچھے مصنف۔ ایک قابل مناظر اور ایک لائق ادیب تھے نیز ایک پیدائشی شاعر اور آرٹسٹ بھی تھے۔ آپ اپنے خطوط اور تصنیف کا زیادہ تر کام خود ہی ٹائپ کرتے تھے۔ آپ کی ٹائپ کی سپیڈ بھی قابل رشک تھی۔ کام کرتے کرتے اشعار بھی گنگناتے رہتے تھے۔ آپ کا ایک شعر تو مجھے بھی یاد ہے۔

ROW, ROW, ROW YOUR BOAT MERRILY DOWN STREAM,

MERRILY, MERRILY; MERRILY, MERRILY

LIFE IS A BOAT OF DREAM.

۱۹۵۶ء میں جب آپ ربوہ سے تعلیم حاصل کر کے واپس وطن پہنچے تو اسی سال آپ نے دوسری شادی مکرمہ آمنہ بنت حمیزی ملنزی AMINA BINTI HAMIZI MLANZI سے کی۔ جس کے بطن سے آپ کے چھ بچے پیدا ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے بیٹے BAKR ABEDI صاحب ان دنوں زندگی وقف کر کے دینی تعلیم کے حصول کی خاطر ربوہ آئے ہوئے ہیں۔ یہ بڑے ہونہار طالب علم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اپنے باپ کا نقش ثانی بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

پولیٹیکل کیریئر

۱۹۵۹ء میں آپ تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام (DASRESSALAM) کے پہلے افریقن میئر (MAYOR) منتخب ہوئے اور اس طرح آپ کا پولیٹیکل کیریئر شروع ہوا۔ آپ میئر کے عہدہ پہ فائز ہو کر بھی مرکزی مبلغ کا کام کرتے رہے۔ آپ نے ہمیشہ ہی دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ اکثر اوقات نماز باجماعت کی ادائیگی اور مشن کے کام میں زیادہ مصروفیات کے باعث آپ میئر کے آفس کا کام مسجد دارالسلام سے ملحقہ ایک چھوٹے سے کمرہ میں ہی سرانجام دیتے تھے۔

۱۹۶۰ء میں آپ اپنے ملک کے مغربی صوبہ جس میں آپ کا آبائی گاؤں اڑاڑ لا واقع ہے کے چیف کمشنر مقرر ہوئے۔ آپ سب سے پہلے افریقن ہیں جو اس عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کے کام سے متاثر ہو کر صدر مملکت نے آپ کو وزارتِ انصاف کے محکمہ میں وزیر مقرر کر لیا۔ صدر مملکت کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ صدر مملکت کے مشیرِ خاص بھی رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے ملکی قانون کو انگریزی زبان سے سواحیلی زبان میں منتقل کروایا پھر آپ کو حکومت نے وزیرِ ترقیات (MINISTER FOR DEVELOPMENT) کے عہدے پر فائز کیا۔ اپنے کام کی خوش اسلوبی کی بنا پر آپ ترقی کرتے چلے گئے۔

۱۹۶۴ء میں آپ حکومت کی طرف سے AFRICAN UNITY کی ایک کانفرنس میں شرکت کیلئے قاہرہ تشریف لے گئے۔ دورانِ قیام قاہرہ شدید بیمار ہوئے۔ آپ کو بذریعہ طیارہ خاص تنزانیہ پہنچایا گیا تنزانیہ سے بذریعہ طیارہ خاص آپ کو جرمنی بھجوایا گیا۔ لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ یہ آپ کی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا۔ ۹ر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو آپ اپنے مولا حقیقی کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات کی اطلاع ریڈیو تنزانیہ سے نشر ہوئی۔ خبر سنتے ہی ہزاروں کی تعداد میں لوگ دور و نزدیک سے SHABAAN ROBERT GOVERNMENT HOUSE DARESSALAM میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مرد و خواتین اور بچوں کا ایک جم غفیر تھا۔ آنکھیں اشکبار اور دل سوگوار۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو آپ کا جسدِ خاکی جرمنی سے بذریعہ فوجی طیارہ تنزانیہ لایا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ مولانا عنایت اللہ احمدی صاحب مبلغ سلسلہ تنزانیہ نے پڑھائی۔ اس موقعہ پر صدر مملکت تنزانیہ کے علاوہ صدر مملکت کینیا۔ صدر مملکت یوگنڈا اور دیگر ممالک کے نمائندگان نیز وزراء مملکت۔ اعلیٰ فوجی اور سول حکام موجود تھے۔ ان سب کے علاوہ ملک بھر سے لاکھوں سوگوار آئے ہوئے تھے۔ آپ کی اچانک وفات سارے ملک کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ آپ کی وفات ساری قوم کے لئے ایک المیہ تھی۔ چنانچہ پورے فوجی اعزاز کے ساتھ

شیخ کے امری عبیدی صاحب کو سپرد خاک کیا۔ اور اس طرح آپ اپنے اخلاق و کردار کی وجہ سے ایک نہ مٹنے والی یاد دلوں میں چھوڑ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اس دُنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جن کی یاد کبھی دلوں سے محو نہیں ہوتی۔ شیخ کالوٹا امری عبیدی صاحب ایسے ہی نادر وجودوں میں سے ایک تھے۔

سالانہ رپورٹ مجلس انصار اللہ نیورن برگ مغربی جرمنی

از مئی ۱۹۸۱ء تا مئی ۱۹۸۲ء

(مرسلہ: مکرم کوثر باجوہ صاحب معتمد مجلس انصار اللہ نیورن برگ جرمنی)

ذیل میں مجلس انصار اللہ نیورن برگ (مغربی جرمنی) کی سالانہ رپورٹ کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)۔

قیام مجلس:- محترم چوہدری حمید اللہ صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ (مورخہ ۱۱ر جون ۱۹۸۲ء سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا تقرر بطور صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ منظور فرمایا ہے) نے مئی ۱۹۸۱ء میں مغربی جرمنی کی مجالس انصار اللہ کا دورہ فرمایا۔ اس دورہ کے نتیجہ میں مورخہ ۱۳ر مئی ۱۹۸۱ء کو نیورن برگ کی مجلس کا قیام عمل میں آیا۔ مجلس کے انصار کی تعداد چھ ہے۔

شعبہ عمومی:- عرصہ زیر رپورٹ میں بارہ ماہانہ اجلاس عام ہوئے۔ جن میں انصار کی اوسط حاضری ۶۰ فیصدی سے ۸۰ فیصدی رہی۔

ماہانہ اجلاس کے علاوہ انصار اللہ کے چار ہنگامی اجلاس ہوئے۔

شعبہ تحریک جدید:- ۱۹۸۲ء میں سو فیصد انصار نے تحریک جدید کے جہاد میں حصّہ لیا۔ اور ۱۹۸۲ء میں چار انصار نے حصّہ لیا۔

ایک اجلاس عام بلا کر تحریک جدید کی اہمیت دوستوں پر واضح کی گئی جس کے نتیجے میں نئے سال کے وعدے پہلے سال سے ڈیڑھ گنا ہو گئے۔

تعلیم و تربیت:- (۱) قدرت ثانیہ مظہر ثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں نیورن برگ کے ہر احمدی گھرانے میں تفسیر صغیر رکھوائی گئی۔ اور اس کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی۔

(۲)۔ انصار کو قرآن کریم کا لفظی ترجمہ سکھانے کے لئے مترجم قرآنِ کریم منگوانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

(۳)۔ تعلیم القرآن کلاس کا اجراء ــــ احباب جماعت کو قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کے لئے ایک سنڈے کلاس جاری کی گئی ہے جو نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ ترجمہ پڑھانے کا کام خاکسار کے سپرد ہے۔

(۴)۔ مطالعہ کتب حضرت اقدس ــــ کتب کے میسر نہ آنے کے باعث یہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ اجلاس عام میں حضور کی کسی ایک کتاب کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اَب تک مندرجہ ذیل کُتب کا خلاصہ احباب کو سُنایا جا چکا ہے:-

(۱) تحفۃ الندوہ۔ (۲) دافع البلاء۔ (۳) بہترا اشتہار (۴) ایک غلطی کا ازالہ۔ (۵) ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ (۶) کشتی نوح۔ (۷) فتح اسلام۔ (۸) توضیح مرام۔ (۹) پیغام صلح۔

(۵)۔ مرکزی رسالہ جات ــــ جنوری ۱۹۸۲ء سے مجلس انصار اللہ نیورن برگ کے نام مندرجہ ذیل رسالے جاری کروائے گئے۔

انصار اللہ۔ تحریک جدید۔ مصباح۔ تشحیذ الاذہان۔ خالد

شعبہ اصلاح وارشاد:۔ ۱۔ پورے یورپ میں برتھ ڈے (یوم ولادت) بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔ اس موقع پر سات جرمن افراد کو جرمن زبان میں اسلامی لٹریچر تحفۃً پیش کیا گیا جو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔

(۲)۔ چودہ مختلف مقامات پر غیر از جماعت دوستوں کے ساتھ تبلیغی نشستیں ہوئیں۔

(۳)۔ یوم مصلح موعود۔ یوم حضرت اقدس۔ یوم خلافت اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں جلسے منعقد کئے گئے۔

(۴)۔ ۶۶ عدد کُتب غیر از جماعت دوستوں میں تقسیم کی گئیں۔

(۵)۔ فولڈرز:۔ جماعت احمدیہ نیورن برگ نے "بعثت حضرت اقدس کے عنوان سے ۹ زبانوں میں دو مواقع پر ۱۲۸۸ فولڈرز تقسیم کئے۔ انصار میں سے مندرجہ ذیل تین دوستوں نے اس تبلیغی مہم میں حصہ لیا:-

(۱)۔ بشیر احمد صاحب پرویز۔ (۲)۔ محمد یوسف صاحب بھٹی۔ (۳) اور خاکسار کوثر باجوہ۔

شعبۂ مال:۔ چندہ جات انصار اللہ ۱۹۸۱ء میں ۶۶۳/۵۰ مارکس کا بجٹ تھا۔ ۵۶۲/- مارکس وصولی ہوئی۔ ۱۹۸۲ء میں ۹۱۴/- مارکس کا بجٹ پیش کیا گیا۔ ۵۳۰/- مارکس وصول ہو چکے ہیں۔

صحت جسمانی وایثار:۔ دیگر احباب جماعت کے ساتھ انصار حضرات بھی فٹ بال اور والی بال کی کھیلوں میں

حصّہ لیتے رہتے ہیں۔
جب بھی کوئی دوست بیمار ہو تو انصار ان کی عیادت کے لئے جاتے ہیں

متفرق:- تمام احباب جماعت کو عموماً اور انصار حضرات کو خصوصاً حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دُعائیہ خط لکھنے کی تحریک کی جاتی رہی۔
قدرت ثانیہ کے مظہرِ ثالث کی خدمت میں حضرت سیّدہ نوابِ منصورہ بیگم صاحبہ کے وصال پر مجلس انصار اللہ کی طرف سے قرار دادِ تعزیت بھجوائی گئی۔
حضورؒ کے عقد ثانی کے موقع پر مجلس نے آپ کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت بھجوایا۔
احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بڑھ چڑھ کر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(دینی معلومات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا شجرۂ نسب

محمّدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیؒ بن کلاب بن لوئیؒ بن فہر بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن خضر بن نزار بن معدّ بن عدنان

(دکرمانی)

حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ شَطۡرَہٗ

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"بغیر جماعتی تنظیم اور اصلاح کو مکمل کرنے کے ہم ساری دُنیا کی تنظیم اور اس کی اصلاح کی طرف توجّہ نہیں کر سکتے۔ ہم اس وقت باہر کی طرف توجہ کر سکتے ہیں جب ہم اندرونی اصلاح کو مکمّل کر لیں۔ جب ہم اپنے داخلی نظام کو مکمّل کر لیں گے۔ جب ہم تمام جماعت کے افراد کو ایک نظام میں منسلک کر لیں گے تو اس کے بعد ہم بیرونی دنیا اصلاح کی طرف کامل طور پر توجہ کر سکیں گے۔ اس اندرونی اصلاح اور تنظیم کو مکمّل کرنیکے کیلئے مَیں نے خدام الاحمدیّہ، انصار اللہ اور اطفال الاحمدیّہ تین جماعتیں قائم کی ہیں اور یہ تینوں اپنے مقصد میں جو اِن کے قیام کا اصل باعث ہے اُس وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب انصار اللہ، خدام الاحمدیّہ اور اطفال الاحمدیّہ اس اصل کو اپنے مدِّ نظر رکھیں جو حیث ما کنتم فولّو وجوھکم شطرہ میں بیان کیا گیا ہے۔"

(الفضل ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۳ء ص۴، ص۵)